ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

بنظرِ کرم
آفتاب علم وحکمت
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت پیر محمد علاؤالدین صدیقیؒ
نیریاں شریف

بنظرِ کرم
پیر طریقت رہبر شریعت
پیر محمود اختر نقشبندی قادری
آستانۂ عالیہ منیاندہ شریف

مسلسل اشاعت کا چودھواں سال

ماہنامہ
مجلّہ
کرمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مدیر اعلیٰ
خلیفہ حاجی محمد شریف نقشبندی

نائب مدیر
محمد عاصم شریف نقشبندی

مجلس مشاورت
○ ڈاکٹر سید محمد عبدالرحمٰن شاہ
اسسٹنٹ پروفیسر
یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (ٹیکسلا)
○ محمد نعیم الدین الازہری
ڈپٹی ایچ او ڈی شعبہ عربی،
الکرم انسٹیٹیوٹ، بھیرہ شریف
○ محمد شاہد خان الازہری
ایم فل، ریسرچ سکالر الازہر یونیورسٹی، مصر
○ محمد ثاقب شریف الازہری
ایم فل، ریسرچ سکالر الازہر یونیورسٹی، مصر

فہرست مضامین

نعت رسول ﷺ 2
ماہ محرم الحرام کی اہمیت وفضیلت 3
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت 7
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی عظیم شہادت 16
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ 26
حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کا عبرتناک انجام 28

قیمت فی مجلہ 25 روپے
سالانہ چندہ 250 روپے

Gmail: karm-e-mustafa@gmail.com
انچارج کمپوزنگ اینڈ سرکولیشن عبدالرحمٰن صدیقی : 0301-6748516

نعت رسول ﷺ

''زہے عزت واعتلائے محمد ﷺ''

ہے بہتر وظیفہ ثنائے محمد ﷺ
خدا خود ہے مدحت سرائے محمد ﷺ

اُسی کی نگاہوں میں تاثیر ہو گی
ہوئی جس کو حاصل لقائے محمد ﷺ

اُجالا جو پھیلا ہوا ہے جہاں میں
ہے منّت کشِ خاکِ پائے محمد ﷺ

فرشتے ادب سے وہاں آ رہے ہیں
جہاں ہو رہی ہے ثنائے محمد ﷺ

ہیں جتنے بھی، حقدارِ جنت یہی ہیں
گدائے محمد ﷺ، فدائے محمد ﷺ

محمد ﷺ نہ ہوتے تو ہوتے نہ عالم
زمین و زماں ہیں عطائے محمد ﷺ

جو اُن کا ہوا ہو گیا وہ خدا کا
خدا کی رضا ہے، رضائے محمد ﷺ

دیا اِذن کعبہ کو قبلہ بنا لیں
رضائے خدا ہے رضائے محمد ﷺ

حبیبِ خدا باعثِ کُن فکاں ہیں
نہیں کوئی ایسا سوائے محمد ﷺ

گنہ گارو! محشر کی گرمی کا ڈر کیا
ہیں کوثر پہ تشریف لائے محمد ﷺ

صدائے دلی اور وِردِ زباں ہو
ہمیشہ دُرو دو ثنائے محمد ﷺ

ہے مجھ پر کرم مُرشدِ باصفا کا
ہے بالواسطہ یہ عطائے محمد ﷺ

رضا کے کرم سے بنی نعتِ اوّل
جو اوّل رَقم کی ثنائے محمد ﷺ

مُشاہدؔ یہ آنکھیں ہیں کس کام کی پھر
نہ دیکھے اگر جلوہ ہائے محمد ﷺ

از ڈاکٹر محمد حسین مُشاہد رضوی (لمعاتِ بخشش، ص74)

ماہ محرم الحرام کی اہمیت وفضیلت

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

اسلام میں سن ہجری کا آغاز نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ سلم کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی مناسبت سے ہوا ہے۔اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ محرم الحرام کا ہے۔ماہ سال ہر لحظہ وساعت اللہ عزوجل کے بنائے ہوئے ہیں۔اورقرآن کریم میں بہت سے مقامات پر ان ماہ وسنین کا ذکر آیا ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن ماہ وایام اور لیل ونہار کوایک دوسرے پر فضیلت و برتری بخشی ہے۔مقصد اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے امتی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان انعامات واحسانات اور فضائل و برکات کو اپنے دامن میں سمیٹ سکیں اور اس کی تاکید خود قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمادی ہے فرمایا ''اُن کو اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ'' اب اللہ عزوجل جب دنوں کی یاد دلانے کی تاکید فرمارہے ہیں وہ دن ہیں کہ جن دنوں میں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر اپنے انعامات واحسانات فرمائے ہیں۔اب ان انعامات واحسانات کو یاد کرنے اور اُن پر خوش ہونے کے مختلف طریقے ہیں۔

مختلف ادیان ومِلل خوشیوں کا اظہار مختلف انداز سے کرتے ہیں مسلمانانِ عالم اپنے رب کے احسانات وانعامات کے حصول پر اس کے حضور سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔تلاوت قرآن مجید سے اپنے رب کو یاد کرتے ہیں۔تسبیح وتحمید اور تہلیل سے اپنی زبانوں کو تر کرتے ہیں۔اس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر درود وسلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں اس کے اصحاب اور ان کی طیب وطاہر اھل بیت کے تذکروں سے اپنی آنکھوں کو نم کرتے ہیں اسی حوالے سے یہ ماہ محرم الحرام بھی فضیلتوں بھرا مہینہ ہے۔پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ ماہ ذی الحجہ کے آخری دن اور ماہ محرم الحرام کے پہلے دن روزہ رکھا یہ ایسا ہی ہے کہ گویا اس نے گزشتہ سال کو روزہ پر ختم کیا اور آئندہ اس آنے والے سال کو بھی روزہ پر شروع کیا اللہ تعالیٰ اِس روزے کو اس کے پچاس سال کے روزوں کا کفارہ بنادیا پھر اسی طرح ماہ محرم الحرام کے پہلے دس دنوں میں روزہ رکھنے کی بھی بڑی فضیلت واہمیت ہے۔

اسی طرح عاشورہ کا دن بھی بڑی فضیلت واہمیت کا حامل ہے۔محرم الحرام کے دسویں دن کو عاشوراء کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کی ایک بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ چوں کہ یہ ماہ محرم الحرام کا دسواں دن ہے اسی لئے اس کو

عاشورہ کہا جاتا ہے۔''عشرۃ'' عربی گنتی میں دس کو کہتے ہیں اسی لیئے عاشوراء یعنی دسواں بعض بزرگ یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت محمد یہ علی صاحبھا السلام کو جو فضیلتیں اور کرامات عطا فرمائیں ہیں ان میں یہ دن فضیلت وکرامت کا تھا اس لیئے اس دن کو عاشورا کہتے ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ نے دس مختلف انبیائے کرام کو مختلف انعامات سے نوازا تھا اس لیئے اس مناسبت سے اس کو عاشوراء کہا جاتا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ کے نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔تو مدینہ کے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزے دار پایا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پوچھا یہ کیسا دن ہے کہ تم لوگ اس دن روزہ رکھتے ہو۔انہوں نے بتایا کہ یہ دن بڑی شان والا ہے فرعون سے نجات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور تشکر اس دن روزہ رکھا تھا تو ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعلق میں تمہاری نسبت ہم زیادہ حق رکھتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور اس دن دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ماہ محرم الحرام میں روزہ رکھنے کی فضیلت بہت سی احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہیں۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا رمضان المبارک کے مہینے کے روزوں کے بعد ماہ محرم الحرام کا روزہ بڑی فضیلت والا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے کہ ''مجھے اللہ سے یقین ہے کہ محرم کے عاشورے کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا لیکن ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اب عاشورہ کا روزہ جس کا دل چاہے رکھے اور جس کا دل نہ چاہے تو نہ رکھے۔

ایک صحابی رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ چادر لپیٹ کر چاہ زم زم سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔میں نے ان سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ محرم کا چاند دیکھ کر پہلی محرم کو کھاؤ اور پیو، اور نویں محرم کو روزہ رکھو میں نے پھر استفسار کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔

ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہود کی مخالفت کرتے ہوئے محرم کی نویں اور دسویں کو روزہ رکھا کرو۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ہمیں رمضان المبارک کے بعد کس ماہ میں

روزے رکھنے چاہئیں تو سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم نے ارشاد فرمایا میں نے ایک شخص کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم رمضان کے مہینہ کے بعد روزے رکھنا چاہو تو محرم کے مہینہ میں روزے رکھو کیوں کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔اور اِس ماہ میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کی دعا قبول فرمائی ہے اور کچھ لوگوں کی دعا قبول فرمائے گا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ''غنیۃ الطالبین'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث بیان فرماتے ہیں کہ جس شخص نے عاشورہ کا روزہ رکھا اس کو ثواب عطا کیا جائے گا جس نے یومِ عاشورہ پر کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اللہ تعالیٰ اس یتیم کے سر کے ھر ھر بال کے عوض جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا اور جس شخص نے عاشورہ کی شام کو روزہ دار کو افطار کرایا تو گویا اس نے اپنی طرف سے ساری امت محمدیہ کو افطار کرایا۔اللہ تعالیٰ نے یومِ عاشوراء کو تمام ایام پر فوقیت وفضیلت بخشی ہے پھر صحابہ کرام کے ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے یوم عاشورہ کو آسمانوں زمینوں پہاڑوں اور سمندروں کو پیدا فرمایا لوح وقلم کو یوم عاشور میں پیدا فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق عاشورہ کے دن ہوئی اور عاشورہ کے دن ان کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل فرمایا۔حضرت ابراھیم عاشورہ کے دن پیدا ہوئے۔فرعون کو عاشورہ کے دن غرق کیا گیا۔حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی تکلیف اور بیماری سے عاشورہ کے دن نجات عطا فرمائی حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ عاشورہ کے دن قبول ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوم عاشورہ کو پیدا ہوئے قیامت عاشورہ کے دن آئے گی۔

اور بے شمار تاریخی واسلامی واقعات محرم الحرام کے یوم عاشورہ کو وقوع پزیر ہوئے۔

اسی ماہ محرم الحرام کے یوم عاشورہ کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے دیگر حضرت اھل بیت اور وفا شعار ساتھیوں کے ہمراہ میدان کربلا میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اسلامی سال کے پہلے ماہ میں ہونا ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ مسلمانوں کے نئے سال کی ابتداء بھی قربانی سے ہوتی ہے۔اولیائے کرام اور بزرگان دین اور سلفِ صالحین مختلف ایام میں اپنے دینی معمولات اور اذکار سے امت کو مستفید کرتے ہیں تو ماہ محرم الحرام میں بہت سے معمولات کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں جو شخص یوم عاشور کو آٹھ رکعات نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والے کو بے حد ثواب عطا فرماتا ہے آپ مزید فرماتے ہیں کہ ہمیں اس نماز کا پچاس

سالہ تجربہ ہے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فراخیء رزق نصیب فرماتا ہے۔ چوں کہ ماہ محرم الحرام ''اشہر الحرمؑ کا پہلا مہینہ ہے باقی تین مہینے رجب ذی القعدہ اور ذی الحجہ ہیں ان مہینوں کا بڑا احترام و اکرام ہے لڑائی جھگڑا قتل وغارت فتنہ وفساد دیگر ایام میں بھی منع ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ ان

ماہ میں منع ہیں ان ماہ میں عبادت و ریاضت، ذکر اذکار، صدقات وخیرات کے بڑے فضائل ہیں اسی طرح فسق وفجور اور ارتکابِ گناہ کا عذاب بھی دیگر ایام سے زیادہ ہے۔

اسلامی سال یعنی سن ہجری کی ابتداء حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے ہوئی۔ ابتدا سے ہی خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے ہمارا اپنا اسلامی سن اور تاریخی شناخت ہونی چاہیئے اس سلسلہ میں آپ نے صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ سے مشورہ طلب کیا۔ صحابہ کرام میں بعض کی رائے یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت وسعادت سے اسلامی سال کا آغاز کیا جائے۔ بعض صحابہ کرام کا مشورہ تھا کہ اعلان نبوت سے سن ہجری کا آغاز ہو لیکن باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اسلامی سال کا آغاز وابتداء ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تاریخی واقعہ سے ہو کیوں کہ یہ عظیم اور انقلابی واقعہ ہے۔ اسی واقعہ کے بعد سے اسلام کو فروغ وقوت نصیب ہوئی۔ اسلامی ریاست مدینہ منورہ وجود میں آئی چناں چہ اس رائے کو سب نے باتفاق پسند کیا اور منظور کر لیا چوں کہ سال کے بارہ مہینے پہلے سے موجود تھے اور اِن بارہ ماہ کا پہلا مہینہ محرم الحرام اور آخری مہینہ ذی الحجہ تک پہلے سے ہی رائج تھے تو اب یہ سوال پیدا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہجرت تو ربیع الاول کے مہینہ میں فرمائی ہے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ فارمولہ پیش فرماتے ہوئے یہ مشورہ دیا کہ ماہ محرم الحرام کو سال کا پہلا مہینہ مقرر کیا جائے اور سن ہجری کا آغاز وابتداء دو ماہ آٹھ دن پیچھے سے شمار کیا جائے۔

لہذا ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یکم ہجری قرار دیا گیا۔ اور اس کے بعد کے تمام واقعات کو خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک مرتب کیا گیا اور اس طرح باقاعدہ طور سے اسلام کی ابتداء ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''محرم اللہ کے لیئے ہے اس کی تعظیم کرو''

جس شخص نے بھی ماہ محرم الحرام کی قدر ومنزلت کی جنت اس کے قریب ہوگی اور جہنم اس سے بے حد دور ہوگی۔۔۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت

علامہ عبدالماجد صاحب

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا شمار خلفائے راشدین میں ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میری سنت کواور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کو اختیار کرنا۔(ابن ماجہ) سیدنا عمرؓ کے بارے دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ابوبکرؓ وعمرؓ کی اقتداء کرنا۔(ترمذی)

جب اللہ کے رسول موجود تھے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی معاونت کا حق ادا کیا اور رسول کریم ﷺ کی زبان اقدس سے فضیلت اور بشارت پائی۔ جب سیدنا ابوبکرؓ کی خلافت آئی تو ان سے رفاقت کا نمونہ بنے اور جب خلافت کا بوجھ خود سیدنا عمرؓ کے اپنے کندھوں پر آن پڑا تو بعد میں آنے والے تمام حکمرانوں کے لئے ایسے مشعل راہ بنے کہ کوئی بھی حکمران ان کے آزمودہ اقدامات سے استفادہ کئے بغیر فلاحی ریاست نہیں بنا سکتا۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور میں عظیم فتوحات کی بدولت 22 لاکھ مربع میل تک اسلامی ریاست کی حدود پھیل گئیں اور اس وقت کی دو سپر طاقتوں روم اور فارس کو عبرت ناک شکست دی۔

سیدنا عمرؓ ہر وقت اپنی قوم کی فکر میں رہتے خلافت کے ابتداء میں جب اقتصادی حالت بہتر نہیں تھی تو ان کا رنگ سفید ہونے کے باوجود سیاہ ہو گیا اور انہوں نے خود پر لازم کیا کہ اس وقت تک گھی استعمال نہیں کروں گا جب تک قحط سالی ختم نہیں ہو جاتی۔ سیدنا عمرؓ کی زندگی اور خلافت امت کے لئے امن وسکون اور کامیابی کا زینہ تھی ان کی وفات سے امت انتشار اور فتنہ وفساد کا شکار ہو گئی۔ سیدنا عمرؓ شہادت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے انہیں اس بات پر اس لئے یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے تو ابو بکر، عمر، عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ساتھ تھے پہاڑ لرزنے لگا تو نبی کریم ﷺ نے پہاڑ پر اپنا پاؤں مبارک مار کر فرمایا: ''اے احد ٹھہر جا تجھ پر اس وقت ایک نبی ایک صدیق دو شہید موجود ہیں (بخاری)

سیدنا عمرؓ نے اپنی شہادت کے متعلق خواب دیکھا۔ جس سال سیدنا عمرؓ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا اس سال لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں نے خواب دیکھا ہے گویا کہ ایک سرخ رنگ کے مرغ نے مجھے ایک

بار دو ٹھونگے مارے جویریہ بن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمرؓ پر جب حملہ ہوا انہوں نے لوگوں کو اپنے پاس بلایا اصحاب رسول گئے اور دیگر لوگ بھی گئے۔ جب وہ ان کے پاس گئے تو ان کے پیٹ پر سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا اور خوں بہہ رہا تھا لوگوں نے کہا آپ ہمیں کچھ نصیحت کریں فرمایا میں تمہیں اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے کی وصیت کرتا ہوں تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے جب تک تم اس کی پیروی کروگے۔

تعارف:

آپ کا مکمل نام عمر بن خطاب بن نفیل کنیت ابو حفص، لقب الفاروق یعنی حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا۔ حضرت عمرؓ کا نسب کعب بن لوی پر آکر نبی ﷺ کے ساتھ مل جاتا تھا عام الفیل (جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا) کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔

بچپن:

سیدنا عمرؓ بچپن میں اونٹ چرایا کرتے تھے آپ کے والد انھیں اونٹوں کے پیچھے دوڑاتے تھے، تاکہ یہ بہادر اور سخت جان بن جائیں سیدنا عمرؓ کا شمار مکہ کے پڑھے لکھے اور اشراف میں شمار ہوتا تھا آپ جب جوانی کی عمر میں کو پہنچے تو تجارت کا پیشہ اختیار کیا اللہ تعالیٰ نے انھیں خوب مال و دولت سے نوازا تھا۔ نبی ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو کمزور لوگ شروع میں ایمان لے آئے سرداران مکہ نے کمزور مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنانا شروع کیا، تاکہ لوگ اسلام سے دور رہیں۔ کمزور مسلمان حد سے زیادہ ستائے جاتے تھے۔ ان حالات میں اسلام کو کسی قوی اور طاقت ور کی ضرورت تھی جس کے ذریعے اسلام کو عزت ملے۔

نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے اے اللہ دو بندوں (ابوجہل (عمرو بن ہشام) یا عمر بن خطاب) میں سے جو تجھے محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما، اللہ نے اپنے نبی کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔

قبول اسلام:

سیدنا عمرؓ اس دور میں اسلام قبول کرتے ہیں جب لوگ ڈر رہے تھے اور اپنے اسلام کو چھپا رہے تھے مگر عمرؓ اپنے قبول اسلام کا اعلان کعبہ میں کھڑے ہوکر سرداران قریش کے سامنے کرتے ہیں اور دو پہر تک ان کا

مقابلہ کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں عمرؓ کے قبول اسلام کے بعد ہم ہمیشہ عزت سے رہے۔

موافقات قرآن:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی کئی آیات حضرت عمرؓ کی موافقت میں نازل فرمائیں۔ حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ سے عرض کرتے ہیں اللہ کے رسول اگر ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیں تو کتنا اچھا ہو، تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کردی کہ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو۔ ایک موقعہ پر نبی ﷺ سے حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول آپ کے پاس نیک لوگ بھی آتے ہیں فاسق و فاجر بھی آتے ہیں اس لئے آپ مومنوں کی ماؤں (اپنی بیویوں) کو پردے کا حکم دے دیں تو اللہ تعالیٰ نے پردے کی آیت نازل کردی۔

علم:

حضرت عمرؓ کا شمار مکہ کے پڑھے لکھے لوگوں میں ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو بڑے علم سے نوزا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے خواب میں دودھ پیا اور اس کی سیرابی میرے ناخنوں تک پہنچ گئی پھر وہ دودھ کا پیالہ میں نے عمرؓ کو پکڑادیا صحابہ بیان کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ آپ نے اسکی کیا تعبیر کی، فرمایا "علم"

نبی کریم ﷺ سے محبت:

صحیح بخاری میں حدیث ہے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں اللہ کے رسول آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے عزیز ہیں تو آپ نے فرمایا عمر مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں تو عمرؓ عرض کرتے ہے اللہ کے رسول مجھے اللہ کی قسم آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو آپ نے فرمایا عمر اب تمھارا ایمان کامل ہوا ہے (بخاری)

غزوات میں شرکت وجذبات:

سید نا عمرؓ نے بدر، احد، خندق، صلح حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ غزوہ بنی مطلق میں عبداللہ ابی منافق نے کہا ہم عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں

گے عمرؓ کو خبر ہوئی کہنے لگے اللہ کے رسول مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں تو آپ نے فرمایا عمر چھوڑ دو لوگ کیا کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے

یہ تھے سیدنا عمرؓ کی سیرت و کردار کے چند ایک سنہرے واقعات۔ سیدنا عمرؓ کی خلافت دراصل ان کی اور اسلام کی اصل پہچان کا سبب ہے جس کا ذکر ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔ سیدنا عمرؓ کا دور مسلمانوں کا سنہری دو رہے اور تا قیامت دنیا بھر کے مسلم و غیر مسلم کے لئے قابل رشک دور حکومت رہے گا۔ جس کی تمنا آج بھی سبھی کرتے ہیں کہ ''اے اللہ ہمیں سیدنا عمر فاروقؓ جیسا حکمران عطا فرما'۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور کی مثالیں آج کے غیر مسلم بھی دیتے ہیں اور ان کے نظام کو اپنے لئے مشعل راہ بنا کر ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔

عمر رضی اللہ تعالی عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے اسلامی اصولوں پر حکومت و سلطنت کا وسیع ترین باقاعدہ نظام قائم کیا حتیٰ کہ تمام شعبہ ہائے زندگی کے اصول مرتب کئے۔

خلیفہ کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ 10 سال خلافت کے منصب پر فائز رہے اور آپ ﷺ کے فرمان ''قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے'' کے مصداق ٹھہرے۔

امام ابو یوسف نقل کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ رعایا سے کہا کرتے تھے: ''تمہارے حقوق مجھ پر ہیں اور میرے حقوق آپ پر ہیں، تم اپنے حقوق کے بارے میں مجھ سے محاسبہ کرو''

آیئے اب ہم دور فاروقی کے نظام حکومت کا مختصر مگر جامع جائزہ لیتے ہیں۔ سیدنا عمرؓ نے نظام حکومت کو کچھ یوں ترتیب دیا۔

مرکزی دفتر کا قیام:

مرکزی دفتر میں ایک رجسٹر ہوا کرتا تھا کہ تمام تر معاملات یہاں سے ہی کنٹرول ہوتے تھے۔

طبری میں ہے کہ عبداللہ بن ارقم انچارج تھے تمام معاملات یہاں سے چلتے تھے ان تمام کا ریکارڈ موجود ہوتا تھا۔

مجلس شوری کا قیام:

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اوران سے معاملات میں مشاورت کرو''

مزید اسلام کے نظام حکومت کے بارے میں فرمایا کہ ''اوران کے کام مشاورت سے طے پاتے

ہیں‘‘(سورۃ الشوریٰ)

عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے کہ’’ خلافت مشورہ کے بغیر نہیں ہے‘‘

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ’’اس دور میں کوئی بھی اہم کام شوری کے بغیر نہ ہوتا تھا۔

مجلس شوری کے انعقاد کا طریقہ کار: طبری میں ہے کہ’’**الصلاۃ الجامع**‘‘ کہہ کر آواز لگائی جاتی دو رکعت نماز ادا کی جاتی اسکے بعد خطبہ پڑھ کر زیر بحث امر پر مشاورت کی جاتی۔

مشاورت عامہ: الفاروق میں علامہ شبلی نعمانی رقمطراز ہیں کہ مشورہ دینے کا حق سب کو تھا، مشورے کے بغیر خلافت سرے سے جائز ہی نہیں۔ اس لئے رعایا میں سے ہر فرد بات کرنے کا حق رکھتا تھا۔

صوبائی تقسیم:

اسلام کا مرکز مدینۃ النبی ﷺ تھا اور خلیفۃ المسلمین یہاں جلوہ افروز ہوتے تھے۔

سیدنا عمر بن خطابؓ نے سلطنت اسلامیہ کو انتظامی طور پر مختلف صوبوں میں تقسیم کیا تھا جو کہ درج ذیل ہیں۔ مکہ، شام، فلسطین، فارس، خراسان، آذربائیجان، کوفہ، بصرہ اور جزیرہ ان میں گورنر متعین تھے۔

صوبوں کے گورنر:

عمال کی تقرری مرکزی حکومت سے ہوتی تھی اور وہ تقرر شدہ علاقہ میں جا کر اپنے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ تاریخ طبری کے مطابق صوبے کا بڑا عہدہ والی تھا۔

عاملوں کے لئے فرامین وحلف:

جو کوئی بھی کسی علاقے کا حاکم بنایا جاتا وہ حلف دیتا جس کی پاسداری اس پر لازم ٹھہرتی تھی، کتاب الخراج کے مطابق عاملین کے حلف میں درج ذیل عہد بھی شامل تھے کہ وہ ترکی گھوڑا استعمال نہیں کریں گے، دربان نہیں رکھیں گے، اہل حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھیں گے، باریک قیمتی لباس زیب تن نہیں کریں گے۔ وغیرہ

مال واسباب کی فہرست ومحاسبہ:

جب کوئی کسی علاقے کا ذمہ دار بنا کر بھیجا جاتا تو وہ اپنے اثاثے ظاہر کرتا۔ فتوح البلدان میں علامہ

بلاذری لکھتے ہیں کہ اس کے مال و اسباب کی فہرست تیار کی جاتی اور دوران خلافت ان میں اضافہ کی صورت میں محاسبہ کیا جاتا۔

متفرق عہدیداران/ حکام:

اسلامی سلطنت کے امور کو سرانجام دینے کے لئے خلافت اسلامیہ میں مختلف شعبے قائم کئے گئے تھے جن کا الگ الگ ذمہ دار مقرر کیا جاتا تھا ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

والی:

یہ صوبے کا گورنر ہوتا خلیفہ اسکی نگرانی کرتا اور یہ صوبے کے تمام تر معاملات کا ذمہ دار ہوتا تھا۔

کاتب (سیکرٹری):

یہ گورنر کی انتظامی امور میں مدد کرتا تھا، یعنی گورنر کے بعد یہ چیف سیکرٹری کا عہدہ آتا تھا

صاحب بیت المال (وزیر خزانہ):

سلطنت اسلامیہ کے بیت المال (اکاؤنٹ) کے تمام تر انتظامات و معاملات اس کے ذمہ ہوتے تھے اسے خزانچی یا افسر خزانہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

صاحب الخراج:

اس کے ذمہ خراج، یعنی ٹیکس وصول کرنا ہوتا تھا جو بعد ازاں مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کروایا جاتا تھا۔

کاتب دیوان:

سلطنت کے دفتری امور اسکے ذمہ تھے یہ منشی کا کردار ادا کرتا تھا اور انکو نوٹ کرتا تھا۔

صاحب الاحداث (پولیس افسر):

یہ نظام پولیس کو دیکھتا اور پولیس افسر ہونے کے سبب پولیس کی نگرانی کرتا اور اس کے متعلقہ تمام امور اسکے ذمہ تھے۔

قاضی:

سلطنت اسلامیہ میں انصاف کی فوری فراہمی امن وامان جزا وسزا کی فراہمی کے لیے قاضی کا تقرر کیا جاتا، یہ عدلیہ کا انچارج ہوتا، عدلیہ کی نگرانی اور مقدمات کے فیصلے کرنے کے اختیارات اس کے پاس ہوتے تھے۔وغیرہ

مالی نظام/ ریاست کے ذرائع آمدن ومصارف

بیت المال یا خزانے کا قیام:

محکمہ مالیات یہ اہم عنصر ہے، مدینۃ الرسولؐ میں عبداللہ بن ارقمؓ صاحب بیت المال تھےاسی طرح دیگر صوبوں میں بھی وزیر خزانہ مقرر تھے۔

خراج:

صحابہ کرامؓ نے بہت سے علاقے فتح کئے اور سلطنت اسلامی کی حدود پھیل گئیں، ان مفتوحہ علاقوں کی جو زمین مفتوحہ قوموں کے پاس رکھی جاتی ان کی پیداوار کا 1 /2یا1 /4وصول کیا جاتا تھا۔ پیداوار کی کمی بیشی کی صورت میں خراج کم یا زیادہ وصول کیا جاتا حتی کہ قحط سالی کی صورت میں خراج معاف بھی کر دیا جاتا تھا۔خراج کے برعکس عشر معاف نہیں کیا جا سکتا۔شبلی نعمانی لکھتے ہیں خلافت اسلامیہ کی آمدن میں بہت بڑا حصہ خراج کا شامل تھا۔

جزیہ:

غیر مسلم جو اسلامی ریاست میں آباد ہوتے تھے اسلامی ریاست انکے حقوق کی پاسداری اور ان کی حفاظت کرتی تھی اور وہ سلطنت اسلامیہ کی سہولتوں سے فائدہ اٹھاتے جس کے عوض خلافت اسلامیہ ان سے بالکل معمولی سا جزیہ وصول کرتی تھی جزیہ کفار کے بچوں اور بوڑھوں پر نہ ہوتا تھا۔

فے/خمس،غنائم:

سیدنا عمرؓ نے کئی زمینوں کو بیت المال کی ملکیت قرار دیا تھا،جس میں مفتوحہ علاقوں کے بادشاہوں،شاہی خاندانوں کی جاگیروں اور مفرور شدہ افراد کی املاک وغیرہ شامل تھیں۔اسی طرح مسلمان کسی علاقے کو فتح کرتے تو بے بہا مال غنیمت خزانے کا حصہ بنتا تھا اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے

رسولؐ کے لئے ہے جو بیت المال میں جمع کروا دیا جاتا تھا۔

عشور:

سیدنا عمرؓ بہت بصیرت رکھنے والے تھے انہوں نے یہ نئی قسم کا ٹیکس عائد کیا تھا، یاد رہے تمام اقسام کے ٹیکس صرف کفار کے لئے تھے مسلمان اس سے بری تھے۔

وجہ تسمیہ کچھ یوں تھی کہ جو مسلمان غیر مسلم ممالک سے تجارت کرتے تھے وہاں کی حکومتیں مسلمان تاجروں سے 10 فیصد ٹیکس وصول کرتی تھیں جیسے ہی سیدنا فاروق اعظمؓ کے علم میں یہ بات آئی انہوں نے بھی غیر مسلم تاجروں پر یہ ٹیکس لگا دیا جو سال میں ایک مرتبہ وصول کیا جانے لگا اس کے ضمن میں ان کو تجارت کی اجازت دے دی گئی۔

صدقات وزکوۃ:

مالدار مسلمان جو صاحب نصاب ہوتے ان کے مال پر ایک سال گزر جانے پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ وصول کی جاتی، ساڑھے سات تولہ سونے اور ساڑھے باون تولہ چاندی پر شریعت اسلامیہ نے زکوۃ کو فرض قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ مسلمان سالہا سال نفلی صدقات دیتے تو ان تمام کو جمع کر کے بیت المال کے ذریعے ان کے مصارف میں صرف کیا جاتا تھا۔

ریاستی کاروبار کے منافع:

اسلامی ریاست کے کاروبار سے آنے والی آمدنی بھی انتظامی امور میں خرچ ہوتی تھی۔

اوقاف اور لاوارث افراد کے ترکے:

جن افراد کا کوئی وارث نہ ہوتا ان کی وفات کے بعد ان کا ترکہ بیت المال میں جمع کروا دیا جاتا تھا۔

باقاعدہ فوج کا قیام:

پیارے نبی اکرم ﷺ کے عہد میں مسلمان جنگ کی صورت جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر غیر مسلموں کا مقابلہ کرتے تھے۔ یا پھر اللہ کے رسول ﷺ مہمات کے لئے بطور خاص کسی کی ذمہ داری لگا دیتے تھے اور وہ جہاد پر روانہ ہوتے تھے۔ عہد صدیقیؓ میں بھی یہ سلسلہ برقرار رہا کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی۔ خلیفۃ المسلمین

سیدنا عمرؓ نے 15 ہجری میں فوج کا باقاعدہ شعبہ قائم کیا۔فوج کا مکمل ریکارڈ ہوتا، افواج کو باقاعدہ تنخواہیں دی جاتی تھیں، سامان رسدان کے اہل خانہ کے وظائف اور معاملات اسی محکمہ کے ذمہ ہوتے تھے۔ابن سعد کے مطابق ہر سال 30 ہزار نئی فوج بھرتی کی جاتی تھی۔معرکوں مہمات اور اللہ کے دشمنوں کی سرکوبی، سرحدوں کی حفاظت پر مجاہدین کو مامور کرنا اسی شعبہ کا کام تھا۔مزید برآں صیغہ فوج، رضا کار فوج، نئی فوج، چھاؤنی اور بارکیں، کاتب/ پرچی نویس، اصطبل خانے، فوج کو سہولتیں، جنگ میں لشکر کی، عشاری نظام، تنخواہ، رسد، آلات حرب، رخصت، جاسوس وخبر رسائی کا نظام اسی کا حصہ تھا۔

عدالتی نظام:

عدل فاروقی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ انصاف کا نظام اعلی ترین تھا جس میں قضاۃ کا انتخاب، قاضیوں کو خصوصی ہدایت، جیل خانہ کے اہتمام کیا گیا تھا۔

تعلیمی ودعوتی نظام:

قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم لازمی تھی

رفاہ عامہ کا نظام:

سیدنا عمرؓ رفاہ عامہ کے کاموں پر بہت توجہ دیتے تھے۔جس میں نئے شہروں کا قیام،، مہمان خانوں کا قیام، نہروں کی تقسیم، چوکیاں اور سرائیں، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر، کعبہ کی توسیع، آپؓ کے دور میں 4000 مساجد کی تعمیر سمیت دیگر تعمیرات شامل تھیں۔الغرض دور فاروقی اپنی مثال آپ تھا اس دور میں خوشحالی، عدل وانصاف، ذمیوں سے سلوک اور وظائف کی فراہمی ہر بچے کا وظیفہ حکومت دیتی تھی یوں دین اسلام کا اصلی چہرہ دنیا پر عیاں ہوا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اوران کی عظیم شہادت

حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی

واقعہ کربلا کو آج تقریباً 1373 سال گذر چکے ہیں مگر یہ ایک ایسا المناک اور دل فگار (غمزدہ) سانحہ ہے کہ پورے ملت اسلامیہ کے دل سے محو (زائل) نہ ہو سکا۔ یہ واقعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وابستہ ہے۔ آپ ﷺ کے نواسے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لخت جگر تھے۔ اسلامی تاریخ میں دورِ خلافت کے بعد یہ واقعہ اسلام کی دینی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اس عظیم واقعہ پر بلا شک وشبہہ اور بلا مبالغہ دنیا کے کسی بھی دیگر حادثہ پر نسلِ انسان کے اس قدر آنسو نہ بہے ہونگے۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک سے جس قدر خون دشتِ کربلا میں بہا تھا اس کے بدلے پوری ملتِ اسلامیہ ایک ایک قطرہ کے عوض اشک ہائے رنج وغم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے اور لگاتار بہا رہی ہے اور بہاتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے واقعہ کربلا کو ہمیشہ کے لئے زندہ و جاویدہ بنا دیا تاکہ انسان اور خصوصاً ایمان والے اس سے عبرت حاصل کرتے رہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ 5 شعبان 04ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ سرکار اقدس ﷺ نے آپ کے کان میں آذان دی، منھ میں لعابِ دہن ڈالا اور آپ کے لئے دعاء فرمائی پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب ''سبط رسول'' تھا اور ریحانۂ رسول ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر وشبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا انہیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ (صواعق محرقہ، صفحہ 118) اس لئے حسنین کریمین کو شبیر اور شبر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سریانی زبان میں شبیر وشبر اور عربی زبان میں حسن وحسین دونوں کے معنیٰ ایک ہی ہیں۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ اِسْمَانِ مَنْ اَهْلِ الْجَنَّة ۔ ترجمہ حسن اور حسین جنتی

ناموں میں سے دو نام ہیں۔(صواعق محرقہ ،صفحہ 1186)ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی (پوشیدہ) رکھے یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔(اشرف المؤید،صفحہ 70)۔

آپ کے فضائل: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلیٰ بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا حُسَیْنٌ مِنِّی وَ اَنَامِنَ الْحُسَیْن حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے اور حضور اکرم ﷺ کو حسین رضی اللہ عنہ سے انتہائی قرب ہے۔گویا کہ دونوں ایک ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر حضور ﷺ کا ذکر ہے۔حسین رضی اللہ عنہ سے دوستی حضور سے دوستی ہے۔حسین رضی اللہ عنہ سے دشمنی حضور ﷺ سے دشمنی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنا حضور ﷺ سے لڑائی کرنا ہے۔حضور سرورِ کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی (مشکوٰۃ صفحہ 571)اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ 605)حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔(نورالابصار صفحہ 114)اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔حضور ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا اور فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اُس سے بھی فرما جو اس سے محبت کرے(نورالابصار صفحہ 114)اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور آقائے دوعالم ﷺ نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کریں بلکہ خدائے تعالیٰ سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اس سے محبت فرما۔اور بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت فرما۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعابِ دہن (رال، تھوک) کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔ یَمُتَصُّ لُعَابَالْحُسَیْن کَمَا یَمُتَصُّ الرَّجُلُ التَّمَرَۃَ (نور الابصار صفحہ 114) اور مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا '' ھٰذَا اَحَبُّ اَھْلِ الْاَرْضِ اِلیٰ اَھْلِ السَّمَآءِ الْیَوْم'' آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (اشرف المؤبیہ، صفحہ 65)۔ اب وہ روایتیں ملاحظہ فرمائیں جو دونوں صاحبزادوں کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃ حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 570) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنُ ھُمَا رُیْحَانِیُ مِنَ الدُّنْیَا حسن اور حسین دنیا کے میرے دو پھول ہیں (مشکوٰۃ شریف صفحہ 570) اس حدیث پاک کی ترجمانی حضرت مولانا احمد رضا خان نے بڑے پیارے انداز میں فرمائی ہے۔

کیا بات ہے رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ کے ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اُٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا ھٰذَانِ اِبْنَا یَ وَ اِبْنَا اِبْنَتِی یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں۔ اور پھر فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 570) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے دو عالم ﷺ اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا مَنْ اَحَبَّھُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ

وَمَنْ اَبْغَضُهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی (اشرف المئو یہ صفحہ 71)۔ایک دن نبی کریم علیہ السلام اپنی بیٹی حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدہ کونین نے عرض کی ابا جان آج صبح سے میرے دونوں شہزادے حسن وحسین گم ہیں اور مجھے کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ابھی حضور علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسو ل علیہ السلام انھما فی مکانٍ کدا وکدا وقد وکل بھما ملک یحفظھما یعنی دونوں شہزادے فلاں مقام پر لیٹے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا۔حضرت زہراء سے فرمادو کہ وہ پریشان نہ ہووے۔(نزہۃ المجالس جلد 2 صفحہ 233)۔پس حضور علیہ السلام اس مقام پر گئے تو دونوں شہزادے آرام کر رہے تھے اور فرشتے نے ایک پر نیچے اور دوسرا اوپر رکھا ہوا تھا۔)مشکوٰۃ شریف صفحہ 570۔ترمذی شریف جلد 2 صفحہ(218

یتیموں اور مسکینوں سے آپ کا حسن سلوک: یتیموں سے اور مسکینوں سے حسن سلوک اور شفقت ومحبت کا معاملہ رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کی بشارت دی ہے جو بہت بڑا انعام واکرام ہے۔رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے(پارہ 29 رکوع 19)اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر(یعنی ایسی حالت میں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت وخواہش ہو) مسکین اور یتیم اور قیدی کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گذاری نہیں مانگتے۔بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔ان آیات کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ایک موقع سے بیمار پڑ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضّہ نے ان کی صحت کے لئے تین روزوں کی منت مانی۔جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی اور نذر(منت)کی وفا کا وقت آیا تو سب نے روزے رکھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب

افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو پہلے روز مسکین دوسرے روز یتیم اور تیسرے روز قیدی نے آ کر سوال کر دیا تو تینوں روز ساری روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں تو پہلے روز صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا تو ان کا یہ عمل رب کائنات کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوا کہ یہ آیات کریمہ ان کی شان وعظمت اور ان کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام واکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے تو یہ آیات کریمہ اگرچہ مخصوص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام واکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے لیکن ان میں عام مومنوں کے لئے تعلیم ہے کہ اگر وہ بھی مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں سے حسن سلوک اور شفقت ومحبت کریں تو انہیں بھی طرح طرح کے انعام واکرام اور جنت سے سرفراز کیا جائے گا اور رب کائنات انہیں بھی آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ اور جنت کی راحتوں سے لبریز کرے گا۔

آپ کی شہادت کی شہرت: سیدالشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت بھی شہرتِ عام ہوگئی۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر صحابہِ کبار واہلِ بیت کے جان نثار رضی اللہ عنہما سبھی لوگ آپ کے زمانہ؟ شیرخوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم وستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کربلا میں بہایا جائے گا۔ جیسا کہ ان احادیث کریمہ سے ثابت ہے جو آپ کی شہادت کے بارے میں وارد ہیں۔ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی گود میں دیا پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ اِنَّ اُمَّتِیُ سَتَقُتُلُ اِبُنِی میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی حضرت اُم الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی! حضور ﷺ نے فرمایا ہاں پھر حضرت جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹّی بھی لائے (مشکوٰۃ صفحہ 572) اور ابن سعد اور طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں

انہوں نے کہا آپ ﷺ نے فرمایا اِنَّ اِبۡنِیۡ اَلۡحُسَیۡنُ یُقۡتَلُ بَعۡدِ بِاَرۡضِ الطَّفِ میرا بیٹا میرے بعد ارضِ طِف میں قتل کیا جائے گا۔

اور جبرائیل میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خوابگاہ (مقتل) کی مٹی ہے (صواعق محرقہ، صفحہ 118) طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے اللہ سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے۔فرشتے نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں۔اس نے کہا ''اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقۡتُلُهٗ'' آپ کی امت حسین کو قتل کردے گی۔اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی (مٹی) آپ کو دکھادوں۔پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کردیا گیا۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کرلیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون ہو جائے گی۔ (صواعق محرقہ، صفحہ 118)

اور ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گذر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام پوچھا لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے کربلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی۔پھر فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ رو رہے ہیں۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے انہوں نے مجھے خبر دی ''اِنَّ وَلَدِیۡ الۡحُسَیۡنَ یُقۡتَلُ بِشَاطِیِّ الۡفُرَاتِ بِمَوۡضِعٍ یُقَالُ لَهٗ کَرۡبَلَاءِ'' میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں۔اور ابونعیم اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر گاہ سے

گذرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس مقام پر کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے۔ آلِ محمد ﷺ کے بہت سے جوان اسی میدان میں شہید کئے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ 572۔ خصائص کبریٰ جلد 2 صفحہ 126) آپ کی فضیلت کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ امام الانبیا حضور ﷺ نے انہیں اسی دنیا میں نہ صرف جنّتی ہونے کی بشارت دی بلکہ نوجوان جنّتیوں کا سردار قرار دیا۔ اور ان کی محبت کو ایمان کا حصّہ بتاتے ہوئے یہ فرمایا کہ ''اے خدا میں حسین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی حسن و حسین سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما'' بے شک ہر مسلمان ان سے محبت رکھتا ہے اور محبت کی سب سے بڑی علامت (نشانی) یہی ہے کہ ہر نماز میں درود شریف میں نبی رحمت ﷺ کے ساتھ ان کے آل و اولاد پر بھی درود بھیجتا ہے۔

معرکہ حق و باطل اور امام حسین: امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے معرکہ حق و باطل جو کربلا میں رونما ہوا اس نے ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد 56ھ میں یزید ولی عہد مقرر ہوا اس کے خلیفہ بنتے ہی طوائف الملو کی شروع ہوگئی اور اسلامی خلافت کے بجائے بادشاہیت و آمریت نے پنجہ گاڑنا شروع کر دیا۔ تو افضل الجہاد کی نظیر پیش کرتے ہوئے کہ ظالم و جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے اسکی عملی تصویر بن کر امام حسین رضی اللہ عنہ دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ دین حق دین اسلام اس طریقہ کا داعی نہیں یہ اسلامی روح کے خلاف ہے اور یہ پیغام دیا کہ مومن حکومت و سلطنت ظلم و جبر اور طاقت و قوت کے آگے ہتھیار نہیں ڈال سکتا ہے اور یزید کی امارت و بیعت کا انکار کرتے ہوئے اس کی اطاعت قبول نہ فرمائی اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ

مردِ حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

آپ کو یزیدی لشکر کے خطرناک عزائم کا انکشاف ہوا تو حُرمت کعبہ کی خاطر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا اسی درمیان کوفیوں کے ہزاروں عقیدت بھرے خطوط ملے مگر آپ ان پر کیسے بھروسہ کرتے چونکہ

ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا۔اسلئے تحقیق کے خاطر اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا انکے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لوگوں نے (ایک روایت میں 27000 لوگ) بیعت کئے اس کو دیکھ کر حضرت مسلم نے حضرت امام حسین کو آنے کے لئے اجازت (خط لکھ دیا) دی تو آپ کوفہ کے لئے عازمِ سفر ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ وحضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا لیکن آپ نے دین حق کی خاطر جان کی قربانی کیلئے بھی ذرا سی لرزش نہ دیکھائی، یزید کے گورنر عبیداللہ بن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل کیلئے زمین تنگ کردی اور انہیں بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہ خبر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملی یہ ایک اندوہناک خبر تھی آپ کو زبردست صدمہ پہنچا واپسی پر نظر ثانی کیا بھی جا سکتا تھا۔مگر حضرت مسلم ان کے خویش و اقارب جو وہاں موجود تھے انہیں یہ گوارا نہیں تھا۔اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی واپسی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے قافلہ کے لوگوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ جسے واپس جانا ہے وہ چلا جائے۔ یہ سن کر صرف دو حضرات چھوڑ کر چلے گئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حر بن یزید نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آپ کو محصور کر لیا تا کہ والی عراق عبداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے نماز ادا فرمائی بعد نماز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ کے ذریعہ حر اور اسکے ساتھیوں (فوج) کے سامنے پوری بات رکھی۔ خطوط اور قاصدوں کا حوالہ دیا۔ حر حیران ضرور ہوا مگر اس نے خطوط کے متعلق لا علمی ظاہر کی اور اس نے آپ کے قافلہ کو روک لیا۔ یہاں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ (ترجمہ) اے لوگو! رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی بھی ایسے حاکم کو دیکھے کہ ظلم کرتا ہے۔ خدا کے حدود کو توڑتا ہے۔ سنتِ نبوی کی مخالفت کرتا ہے اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اسے دیکھنے پر بھی کوئی مخالفت نہیں کرتا ہے اور نہ اسے روکتا ہے تو ایسے آدمی کا اچھا ٹھکانہ نہیں ہے۔ دیکھو! یہ لوگ شیطان کے پیروکار ہیں۔ رحمٰن سے بے سروکار ہیں حدود الٰہی معطل ہے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ میں ان کی سرکشی کو حق اور عدل سے بدل دینا چاہتا

ہوں اور اس کے لئے میں سب سے زیادہ حقدار بھی ہوں۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو تمہارے لئے ہدایت ہے ورنہ عہد شکنی عظیم گناہ ہے۔ میں حسین ہوں۔ ابن علی، ابن فاطمہ، اور رسول اللہ ﷺ کا جگر گوشہ مجھے اپنا قائد بناؤ مجھ سے منھ نہ موڑو، میرا راستہ نہ چھوڑو، یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے اس حقیقت افروز خطبہ کا لوگوں پر کافی اثر ہوا لیکن لالچ اور خوف کی وجہ کر چپ رہے۔

9 محرم الحرام کی رات کا وقت تھا آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہے صبح دس محرم کی تاریخ آ گئی دونوں اطراف میں صف آرائی ہو رہی تھی۔ نماز فجر کے بعد عمرو بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا، ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنے احباب کے ساتھ تیار تھے۔ آپ کے ساتھ 72 نفوس قدسیہ جس میں بچے بوڑھے خواتین بھی شامل تھیں دوسری جانب 90 ہزار کا لشکر جرار تمام حرب و ہتھیار سے لیس تھے۔ آپ نے جس جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ جس طرف رخ کرتے یزیدی فوج بھیڑیوں کی مانند بھاگ کھڑی ہوتی۔ معاملہ بہت طویل ہو گیا۔ معصوم اور شیر خوار بچے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے لگے، خیمے جلا دیئے گئے، بھوکے پیاسے نواسہ رسول ﷺ میدان کربلا میں صبر کا پہاڑ بن کر جمے رہے، یزیدی دور سے تیر برساتے رہے اور پھر ایک مرحلہ آیا کہ بدبخت شمر ذی الجوشن جب قریب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہی سفید داغ والا وہی بدبخت ہے جس کے بارے میں سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنے اہل بیت کے خون سے اس کے منہ کو رنگتا دیکھتا ہوں۔ اور وہ پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی شمر لعین کے لئے بدبختی ہمیشہ کے لئے مقدر بن گئی ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ سجدہ میں گئے اور شمر کی تلوار نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گردن مبارک کو تن سے جدا کر دیا وہ یوم عاشورہ جمعہ کا دن تھا ماہِ محرم الحرام <u>61ھ</u> میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اس وقت امام حسین کی عمر 55 سال کے قریب تھی۔

پیغامِ شہادت امام حسین سید الشہداء: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہمیں کئی پیغام دیتی ہے اول یہ کہ ایمان والا اپنے خون کے آخری قطرہ تک حق پر صداقت پر جما رہے باطل کی قوت سے مرعوب نہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی جن خرابیوں کے باعث مخالفت کیا ویسے لوگوں سے اپنے آپ کو الگ کرے اور فسق و فجور والا کام نہ کرے اور نہ ویسے لوگوں کا ساتھ دے نیز یہ بھی پیغام ملا کہ ظاہری قوت کے آگے بسا اوقات نیک لوگ ظاہری طور پر مات کھا جاتے ہیں مگر

جو حق ہے وہ سچائی ہے وہ کبھی ماند نہیں پڑتی مات نہیں کھاتی اور وہ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتی ہے۔ یہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام کا سرمایہ حیات یزیدیت نہیں بلکہ شبیریت حسینیت ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت امتِ مسلمہ کے لئے کئی پہلو سے عملی نمونہ ہے، جس پر انسان عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو اسلامی طرز پر قائم رکھے اسلامی زندگی اسلامی رنگ و روپ کی بحالی کیلئے صداقت حقانیت جہد مسلسل اور عمل پیہم میں حسینی کردار اور حسینی جذبہ ایثار و قربانی سے سرشار ہو۔ اقتدار کی طاقت جان تو لے سکتی ہے ایمان نہیں۔ اگر ایمانی طاقت کارفرما ہو تو اسکے عزم و استقلال کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ لندن کے مشہور مفکر ''لارڈ ہیڈلے'' کے بقول ''اگر حسین میں سچا اسلامی جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو اپنی زندگی کے اخری لمحات میں رحم و کرم، صبر و استقلال اور ہمت و جوانمردی ہرگز عمل میں آ ہی نہیں سکتی تھی جو آج صفحہ ہستی پر ثبت ہے۔''

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقیقی فلسفہ و حقیقت اور مقصد کو سمجھا جائے اور اس سے ہمیں جو سبق اور پیغام ملتا ہے اسے دنیا میں عام کیا جائے کیونکہ پنڈت جواہر لال نہرو کے بقول ''حسین کی قربانی ہر قوم کے لئے مشعلِ راہ و ہدایت ہے'' اور جیسا کہ مولانا محمد علی جوہر نے شہادت حسین پہ کہا ہے کہ

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے — اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اور کسی شاعر نے بہت پیاری بات کہی ہے

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ وہ ظلم ابن زیاد کا — جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

اور ہندوستان میں اسلام کی روشنی لانے پھیلانے والے صوفی چشتی بزرگ خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

شاہ است حسینؓ بادشاہ است حسینؓ — دیں است حسینؓ دیں پناہ است حسینؓ
سر داد نہ داد دست در دست یزید — حقّا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

اللہ ہم لوگوں کو شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ سے سبق لینے اور حق پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثمہ آمین۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

اسلامی امن اور رواداری کی علامت

غلام مصطفیٰ رضوی

خیر و شر کے درمیاں معرکہ آرائی ابتدا ہی سے رہی ہے۔ تخلیق آدمیت کے بعد ہی تکریم آدمیت سے منھ موڑنے والا ''شیطان'' باطل کی علامت بن گیا۔ ابلیسی شر کے مقابل حضرت آدم علیہ السلام ڈٹے رہے۔ معرکہ خیر و شر عہدِ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک جاری رہا۔ خدائی مدد و رضا سے رب کی ربوبیت اور اپنی نبوت و بعثت کا پیغام انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے خلقِ خدا تک پہنچایا۔ شر ہمیشہ کثرتِ تعداد پر نازاں ہوکر آیا۔ خیر بظاہر کم زور و غریب رہا۔ لیکن تائیدِ ایزدی خیر کی رہنما و مددگار رہی۔ شر لشکرِ جرار کے باوجود ناکام و نامُراد رہا۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ شر ظاہراً غالب رہا۔ وہ افرادی قوت سے لیس بھی رہا؛ اس کا غلبہ ایک عہد تک رہا لیکن خیر کی فکرِ نافع کامیاب رہی اور بعد کے ادوار میں مشعلِ راہ بھی۔ دلوں پر خیر کی حکمرانی رہی۔ شر کے فتنہ و فساد کا دورانیہ جز وقتی ثابت ہوا۔ اس لحاظ سے خیر ہی زمانے پر چھایا رہا۔ اور آج بھی طوفانِ باطل کی زد پر خیر ہی غالب ہے۔ اسلام منبعِ خیر و برکات ہے؛ جس کا غلبہ انسانیت کے لیے باعثِ سکون و طمانیت ہے۔

خیر کا غلبہ: امام حسین رضی اللہ عنہ خیر کی علامت ہیں۔ شر کے مقابل آپ نے چمنِ اسلام کی حفاظت فرمائی۔ یزید شر کی علامت ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کا تحفظ ''حسینیت'' ہے۔ خلافِ شرع کاموں کی تائید و حمایت یزیدی فکر کا فروغ ہے۔ خیر کو اللہ کریم نے دوام سے نوازا ہے، وقتی مغلوب بھی ہوا تو اپنی تعلیماتِ حقہ کی بنیاد پر انقلاب کی دستک ثابت ہوا۔ اس لیے امام حسین رضی اللہ کی دعوتِ عزیمت و حفظِ شریعت کا مرحلہ شوق اسلام کی نئی صبح کی علامت ثابت ہوا۔ آج حسینیت کی کرنیں پوری دُنیا کو منور و روشن کر رہی ہیں۔

استبداد کی شکست: یزید اسلامی نظام کے مقابل قیصر و کسریٰ کے جبر و استبداد کی علامت کے بطور اُبھرا، باطل کا نشاں بن گیا ..... خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے دین کی تکمیل ہوئی۔ مکمل نظامِ زندگی و ضابطہ حیات کے ہوتے ہوئے کسی باطل نظام کا وجود سوہانِ روح تھا۔ یزید نفس ہوا و ہوس تھا۔ اُسے منہاجِ نبوی سے کدورت و بیر تھا جبھی اس مبارک نظام کے مقابل فراعنہ کے طرزِ امارت و مملکت کو فکر و نگاہ کا محور بنایا۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ مبارکہ میں اسے اپنے عزائم باطلہ کی

تکمیل کی راہ نہیں ملی۔اس لیے ان کے عہد میں خفیہ طور پر اپنی شر انگیزیاں جاری رکھیں اور حضرت سیدنا امیر معاویہ کے وصال کے فوراً بعد کھل کر سامنے آیا۔ دین و شریعت کی فصیل میں شگاف ڈالنے کی جسارت کر ڈالی۔

ایک تجزیہ:

1۔ یزیدیت علامتِ شر ہے حسینیت علامتِ خیر ہے۔دونوں کے درمیاں بُعد المشر قین ہے،اور جائزہ لیا جائے تو:

2۔ امام حسین نے نبوی منہج کا تحفظ کیا... یزید نبوی راہ کا مخالف ٹھہرا اس لیے آمریت کو راہ دی۔

3۔ مظلوموں کے حقوق کا تحفظ حسینیت ہے... ظلم و جبر یزیدیت ہے۔

4۔ آمریت و ملوکیت یزیدیت ہے... خلافت علی منہاج النبوۃ حسینیت ہے۔

5۔ رعیت سے رحم و کرم و عفو و درگزر حسینیت ہے... بے رحمی و سنگ دلی یزیدیت ہے۔

6۔ یزید بظاہر فاتح رہا ہے... لیکن اس کی فکر مفتوح ہے!... امام حسین شہید ہوئے، پورا کنبہ شہید کر دیا گیا... لیکن تعلیماتِ حسینی آج بھی زندہ ہے۔

7۔ یزیدیت استعارہ ہے باطل کا .... حسینیت استعارہ ہے حق کا۔

8۔ علامتِ شر ہے یزید... علامتِ خیر ہیں حسین۔

9۔ اسلام کی فتح مبین حسینی فکر کی سر بلندی اور مرگِ یزید ہے۔

10۔ یزیدیت تشدد سے عبارت ہے... حسینیت پیامِ امن و امان ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے   اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے جاں نثاروں کے ساتھ حفاظتِ شریعت کی خاطر جامِ شہادت نوش فرمایا لیکن دین کا چہرہ مسخ نہ ہونے دیا اور اپنے نانا جان کی شریعت کو مغلوب ہونے سے بچایا۔ظلم و تشدد کے خلاف عزم و یقیں کے ہزاروں دیپ روشن کیے۔موجودہ دور میں دین کی اصل تعلیمات سے آگہی اور رواداری و عدم تشدد کے ماحول کی بحالی کے لیے ضروری ہے کہ امام حسین وان کے رفقا رضی اللہ عنہم کے مزاج و کردار کو رہبر و رہنما بنایا جائے تا کہ کشتِ ایماں شادکام ہو۔اور گلشنِ حیات میں شرعی احکام پر عمل پیرا ہو کر بہاروں کی حکمرانی لائی جائے۔

حسین ابن علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے   شہنشاہِ شہیداں ہو انوکھی شان والے ہو

(تاج الشریعہ)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کا عبرتناک انجام

(ڈاکٹر فیض احمد چشتی)

محترم قارئین کرام! ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ (پ8 الانعام 129)

ترجمہ: اور یوں ہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں۔ بدلہ ان کے کئے کا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں: بے شک اللہ عزوجل اس دینِ اسلام کی مدد فاجر یعنی بدکار آدمی کے ذریعہ سے بھی کرا لیتا ہے۔ (صحیح بخاری ج 2 ص 328 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو وحی فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے قتل کے عوض ستر ہزار افراد مارے تھے اور تمہارے نواسے کے عوض ان سے دُگنے (یعنی ڈبل) ماروں گا۔ (المستدرک للحاکم ج 3 ص 485 حدیث 4208۔)

تاریخ شاہد ہے کہ حضرتِ یحییٰ بن زکریا علیہما الصلوۃ والسلام کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخت نصر جیسے ظالم کو متعین کیا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اسی طرح حضرتِ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختار ثقفی جیسے کذاب کو مقرر فرمایا۔ (شام کربلا ص 285)

اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں خود وہی جانتا ہے۔ وہ اپنی مشیّت سے ظالموں کے ذریعے بھی ظالموں کو ہلاک کرتا ہے۔

بدبخت قاتلانِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے حالات ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہوں گے جنہوں نے کتبِ تاریخ کا مطالعہ کیا ہے۔ ہر وہ شخص جو کسی بھی طرح سے قتل امام حسین رضی اللہ عنہ میں شریک تھا یا اس پر راضی اور خوش تھا۔ عذاب اخروی جس کا وہ مستحق ٹھہرا، سے قطعِ نظر اس دنیائے ناپائیدار میں بھی اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچا۔

ہر وہ شخص جو معرکہ کربلا میں حضرت سید الشہداء کے مقابلہ کی غرض سے آیا تھا اس دنیا سے عذاب دیکھے بغیر اور اپنے کیے کی سزا پائے بغیر نہیں گیا۔ بعض قتل کر دیے گئے۔ کچھ نابینا ہو گئے، بعض کا چہرہ سیاہ ہو گیا، کچھ شدت پیاس سے ہلاک ہوئے اور بعض کی دولت وحکومت قلیل مدت میں جاتی رہی۔ بعض دیگر عقوبات میں مبتلا ہوئے۔

حضرت علامہ ابن جوزیؒ نے سدّی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حضرت حسینؓ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا اس کو دنیا ہی میں جلد سزا مل گئی اس شخص نے کہا کہ بالکل غلط ہے میں خود ان کے قتل میں شریک تھا میرا کچھ بھی نہیں ہوا، اتنا کہہ کر یہ شخص مجلس سے اٹھ کر گھر گیا جاتے ہی چراغ کی بتی درست کرنے لگا اتنے میں اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہیں جل بھن کر رہ گیا۔ سدّی کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو صبح دیکھا تو

کوئلہ ہو چکا تھا۔(اسوہ حسینی ص 02-101)

قہرِ الٰہی کی بھڑکائی ہوئی آگ:

روایت ہے کہ ایک جماعت آپس میں گفتگو کر رہی تھی کہ دشمنانِ حسین میں سے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو اس دنیا سے مصیبت و بلاء میں مبتلاء ہوئے بغیر چلا گیا ہو۔اس جماعت میں سے ایک بوڑھے نے کہا کہ میں بھی قتلِ حسین بن علی میں شریک تھا۔مجھ پر تو ابھی تک کوئی مصیبت نازل نہیں ہوئی۔ابھی یہ بات کر رہی رہا تھا کہ چراغ کے فتیلہ کو درست کرنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھا۔اچانک شعلہ چراغ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس بری طرح سے جلا کہ اچھلتا کودتا واپس آیا اور چلانے لگا: میں جل گیا۔میں جل گیا۔یہاں تک کہ اس کی یہ سوزش اس درجہ بڑھی کہ اس نے اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔مگر یہ آگ تو قہرِ الٰہی نے بھڑکائی تھی دریا اسے کیا ٹھنڈا کرتا؟ وہ تو اس کے لیے تیل کا کام کر گیا اور وہ اس انداز سے جلا کہ اس کا وجود جہنم کا ایندھن بن گیا۔(تاریخ الخلفاء،شھادت نواسہ سیّدالابرار)

ایک پری چہرہ سیاہ رو ہو گیا

مزید روایت ہے کہ ابن زیاد کے لشکریوں میں سے ایک شخص جس نے امام عالی مقام کے سر کو اپنے فتراک میں ڈالا تھا خوبصورتی کے اعتبار سے بہت زیادہ شہرت یافتہ تھا۔بعد میں جب اسے دیکھا گیا تو اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا۔اس سے پوچھا گیا: تو تو بڑا خوب رو اور صاحبِ حسن و جمال تھا۔کیا وجہ ہے کہ تیرے چہرے پر سیاہی اور کالک نے ڈیرہ جما لیا ہے۔کہنے لگا: جس روز میں نے حسین کے سر کو اپنے فتراک میں ڈالا تھا اسی دن سے روزانہ دو آدمی آتے ہیں مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے آگ کے پاس لے جاتے ہیں اور پھر مجھے اس آگ پر الٹا لٹکا دیتے ہیں بعد ازاں اتار لاتے ہیں۔اس دن سے میرا چہرہ سیاہ اور حال تباہ ہے۔یہ شخص اسی عذاب میں مبتلا رہا یہاں تک کہ راہی جہنم ہوا۔(تاریخ الخلفاء،شھادت نواسہ سیّدالابرار)

آنکھوں میں خون آلود سلائی پھیر دی گئی

واقدی سے منقول ہے: مقتلِ حسین کے حاضرین میں سے ایک بوڑھا آدمی نابینا ہو گیا تھا۔جب اس سے نابینا ہونے کا سبب پوچھا گیا تو کہنے لگا: میں نے خواب میں رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا: انہوں نے بازو تک آستین چڑھائی ہوئی تھی اور دستِ مبارک میں ننگی تلوار تھی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے روبرو زمین پر فرش بچھایا گیا تھا یہ فرش دس قاتلانِ حسین کو ذبح کر کے ان کے سروں پر بچھایا گیا تھا۔جوں ہی آں جناب کی نظر مجھ پر پڑی۔آپ نے مجھے نفرین کی اور میری آنکھوں میں خون آلود سلائی پھیر دی گئی جس کے سبب میں اندھا ہو گیا۔(تاریخ الخلفاء،شھادت نواسہ سیّدالابرار)

ڈاڑھی خنزیر کی دم بن گئی

کہتے ہیں شام میں ایک شخص تھا جو قتلِ حسین میں شریک تھا اس کی داڑھی خنزیر کی دم بن کر لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بن گئی تھی۔(تاریخ الخلفاء)(شھادت نواسہ سیّدالابرار)

سینے میں آتش جہنم

روایت ہے کہ وہ شخص جس نے حضرت عبداللہ علی اصغر کے تشنہ حلقوم پر تیر چلایا تھا ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوگیا جس سے اس کے سینہ میں حرارت اور گرمی جب کہ پشت میں ٹھنڈک پیدا ہوگئی۔ہر چند کہ اس کے سامنے پنکھا جھلتے تھے اور اس کی پشت کی جانب آگ روشن کرتے تھے وہ واویلا کرتا تھا۔نہ تو اس کی آتشِ سینہ سرد ہوتی اور نہ ہی پشت کی ٹھنڈک کو افاقہ ہوتا تھا۔پیاس کی شدت اس درجہ بڑھ گئی کہ مٹکوں کے مٹکے پانی پی لیتا تھا اور پھر بھی۔۔۔العطش۔۔۔العطش۔۔کی صدائیں بلند کرتا۔یہاں تک کہ اس کا پیٹ پانی پی پی کر پھول گیا اور بالآخر پھٹ گیا۔اسی عقوبت کی وجہ سے واصل جہنم ہوا۔(تاریخ الخلفاء)(شھادت نواسہ سیّدالابرار)

یہ تھی ان لوگوں کے حالات کی مختصر سی جھلک جو معرکہ کربلا میں حاضر تھے۔اس کے بعد ہم چند خواص جن میں ابن زیاد بد نہاد،ابن سعد،شمر ذی الجوشن وغیرہ شامل ہیں کا مختصراً ذکر کرتے ہیں۔

ابن سعد کا انجام

جب مختار ثقفی نے کوفہ پر اپنے تسلط کو مضبوط کر لیا تو اس نے فرمان جاری کیا کہ وہ تمام لوگ جو ابن سعد کے لشکر میں شامل تھے اور حسینؓ کے قتال میں شریک تھے ان کو ایک ایک کر کے میرے پاس لایا جائے چناں چہ چند سو لوگ لائے گئے جن تمام کی گردن مار کر انہیں سولی پر لٹکا دیا گیا۔

مختار ثقفی نے اپنے خاص غلام کو حکم دیا کہ وہ ابن سعد کو حاضر کرے۔حفص بن سعد حاضر ہوا۔مختار نے پوچھا تمہارا باپ کہاں ہے۔بولا گھر میں بیٹھا ہے۔مختار نے کہا:''اب وہ ''رے'' کی حکومت اور اس کے اختیارات سے دست بردار ہو کر کس طرح اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔اس نے قتلِ حسین کے دن خانہ نشینی کیوں اختیار نہ کی'' یہ کہہ کر حکم دیا کہ ابن سعد کا سر کاٹ لیا جائے اور اس کے بیٹے کو بھی قتل کر دیا جائے۔

(شمر ذی الجوشنکی گردن زدنی) پھر شمر کو طلب کیا اور اس کی گردن زدنی کا حکم جاری کیا۔

اس کے بعد مختار ثقفی نے ان ملعونوں کے سروں کو محمد بن حنفیہ کے پاس بھیج دیا اور حکم دیا کہ معرکہ کربلا میں ابن سعد کے

ساتھ شریک ہونے والے باقی ماندہ لوگوں میں سے جس کو بھی پائیں قتل کردیں۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا کہ مختار ثقفی امام عالی مقام کا قصاص لے رہا ہے تو انہوں نے بصرہ بھاگ جانے کا ارادہ کرلیا۔لیکن مختار ثقفی کے لشکریوں نے ان کا تعاقب کیا اور جو جو دستیاب ہوتے انہیں قتل کرکے لاشوں کو جلا دیا جاتا اور ان کے گھروں کو مسمار کردیا جاتا۔

(تاریخ الخلفاء،شھادت نواسہ سیّدالابرار)

خولی بن یزید کا انجام

جب خولی بن یزید کو اسیر کرکے مختار ثقفی کے سامنے لایا گیا تو اس نے حکم جاری کیا: پہلے اس کے دونوں ہاتھ اور پاو?ں کاٹ دیے جائیں اور پھر اسے سولی پر چڑھا دیا جائے۔اس کے بعد اسے آگ میں جلا دیا گیا۔اسی طرح دوسرے لشکریانِ ابن زیاد جو دستیاب ہوئے انہیں دردناک انداز میں قتل کردیا گیا۔(تاریخ الخلفاء،شھادت نواسہ سیّد الابرار)

قتل ابن زیاد بدنہاد کی مزید تفصیلات

مختصر یہ کہ جب مختار ثقفی ابن سعد،شمر اور خولی بن یزید علیہم اللعنۃ کے قتل سے فارغ ہو کر مطمئن ہوا تو ابن زیاد کے قتل کے درپے ہوا۔چناں چہ ابراہیم بن مالک اشتر کو سپاہیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ابن زیاد کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔جوں ہی ابراہیم موصل کی سرحد پر پہنچے ابن زیاد موصل سے پانچ فرسنگ کے فاصلے پر واقع ایک دریا کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہوگیا۔صبح کے وقت طرفین میں مقابلہ کا آغاز ہوا۔شام کے قریب ابراہیم بن مالک اشتر نے ابن زیاد کے لشکر کو شکست دی۔ابن زیاد کی شکست خوردہ فوج نے راہِ فرار اختیار کی۔ابراہیم اپنی فوج کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور حکم جاری کیا کہ مخالف فوج میں سے کسی کو بھی پائیں تو زندہ نہ چھوڑیں۔چناں چہ ابن زیاد کے بہت سے ہم راہی جان سے گئے اور ابن زیاد بھی قتل کردیا گیا۔اس کا سر کاٹ کر ابراہیم بن مالک اشتر کے سامنے پیش کیا گیا اور ابراہیم نے اسے مختار ثقفی کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ابن زیاد کا سر جب کوفہ پہنچا تو اسی وقت مختار ثقفی نے دارالامارۃ میں اہلیانِ کوفہ کو جمع کرکے ایک بزم آراستہ کی اور حکم جاری کیا کہ ابن زیاد کا سر پیش کیا جائے۔جب ابن زیاد کا سر پیش کیا گیا تو مختار ثقفی نے کہا: یہ ابن زیاد کا سر ہے۔اے کوفہ کے لوگو! دیکھ لو کہ خونِ حسین کے قصاص نے ابن زیاد کو زندہ نہ چھوڑا۔(تاریخ الخلفاء،شھادت نواسہ سیّدالابرار)

مختار ثقفی نے قصاص میں ستر ہزار افراد کو قتل کیا

مفتاح النجاء میں منقول ہے کہ مختار ثقفی کے واقعہ میں اہل شام کے ستر ہزار افراد قتل کیے گئے اور یہ واقعہ دس محرم ۶۷ ہجری (واقعہ کربلا کے سال بعد) رونما ہوا۔

ابن زیاد کے نتھنوں میں تین بار سانپ کا گھسنا

روایاتِ صحیحہ میں مروی ہے کہ جب ابن زیاد اور اس کے دوسرے سرداروں کے سر مختار ثقفی کے سامنے لائے گئے تو اچانک ایک سانپ ظاہر ہوا اور سروں کے درمیان سے گزرتا ہوا ابن زیاد کے سر کے قریب آیا اور اس کے ناک کے سوراخ میں داخل ہو گیا۔ کچھ دیر سر کے اندر رہا اور پھر منہ کے راستے باہر نکل آیا اور غائب ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اسی طرح یہ سانپ تین مرتبہ ظاہر ہوا اور ناک کے سوراخ سے داخل ہو کر منہ کے راستے باہر نکلا۔ (تاریخ الخلفاء، شھادت نواسہ سیّد الابرار)

دیگر اعیانِ یزید پلید کا عبرتناک انجام

بالجملہ ابن زیاد، ابن سعد، شمر ذی الجوشن، عمر بن الحجاج، قیس بن اشعث کندی، خولی بن یزید، سنان بن انس نخعی، عبداللہ بن قیس، حکم بن طفیل اور یزید بن مالک کے علاوہ دیگر اعیان یزید کو طرح طرح کے عذاب دے کر ہلاک کیا گیا اور ان کے لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ (تاریخ الخلفاء، شھادت نواسہ سیّد الابرار)

مخفی نہ رہے کہ کتب تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض کتب میں ابن سعد اور شمر کا قتل ابن زیاد کی ہلاکت سے پہلے مذکور ہے اور بعض کتب میں ابن زیاد کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ منتقم حقیقی کا وعدہ تھا جس کا ذکر واقعہ کربلا سے متعلق روایات کے ضمن میں بہ روایت حاکم مذکور ہو چکا ہے پورا ہوا اور قاتلانِ حسین امام حسین رضی اللہ عنہ مختار ثقفی کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچے۔ گو کہ آخر کار مختار ثقفی کے اعتقادات (مختار ثقفی نے بعد میں دعویٰ نبوت کر لیا تھا) میں بھی شقاوتِ ازلی کا ظہور ہوا۔ جس کی تفصیل کتبِ تاریخ میں مسطور ہے۔ (تاریخ الخلفاء، شھادت نواسہ سیّد الابرار)۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆